مکاتیب

(۱)

لندن، ۷/اپریل ۲۰۰۷ء

محترم مولانا راشدی دام لطفہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پچھلے چار مہینے ہندوستان میں گزرے۔ گزشتہ ہفتے واپسی ہوئی تو یہاں مارچ کا الشریعہ دیکھا۔ ''اسلام کے نام پر انتہا پسندی'' کا جو قصہ ''کلمۂ حق'' میں رقم کیا گیا ہے، اس سے یہ صدر نج تصدیق ہوئی کہ روز نامہ جنگ وغیرہ سے جو صورت اور نوعیت اس قصہ کی سامنے آ رہی ہے، وہ ٹھیک ہی ہے۔ مگر معاملہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اور اس کے بارے میں آپ کا جو شدید احساس و اضطراب تحریر میں نمایاں ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ''کلمۂ حق'' کا حق ادا ہوتا نظر نہیں آیا۔ یہ اگر واقعۃً ''افسوسناک انتہا پسندی'' ہے تو پھر صرف ''افسوسناک'' کہہ کے چھوڑ دینے سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے قلم انتہا پسندی کے دباؤ میں آیا ہوا ہے اور پورے اظہارِ حق کا یارا نہیں ہو رہا۔ کیا اسے مایوس کن علامت کہنے کی اجازت دیں گے؟ اگر الشریعہ اور شریعہ کونسل کا سکریٹری جنرل بھی صاف یہ نہ کہے گا کہ یہ شریعت کے نام پر اٹھائے جانے والا قدم شرعی ہے یا غیر شرعی، تو پھر اور کون اپنے ذمہ اس اظہارِ حق کا حق سمجھے گا؟

آپ نے وفاق المدارس کی پوری قیادت کے اسلام آباد آنے اور بھرپور کوشش کے بعد ناکام لوٹ جانے کا بھی ذکر فرمایا ہے جس کا مطلب یہ کہ اس قیادتِ علیا نے اپنے لئے بے بسی کی حیثیت کو قبول کر لیا۔ یہ اور زیادہ اضطراب انگیز بات ہے۔ آخر یہ لال مسجد کے خطیب کون بزرگ ہیں جو شریعت کی بابت اپنے فہم کے مقابلہ میں کسی اور کی بات سننے کو تیار نہیں؟ مگر وہ شاید زیادہ قابلِ الزام نہ ہوں اس لئے کہ ان کا جو مطالبہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا ہے، اس سے بقول آپ کے ''ملک بھر کے دینی حلقوں نے اصولی طور پر اتفاق کا اظہار کیا ہے۔'' اس اصولی اتفاق کی سند ملنے کے بعد وہ اگر سمجھیں کہ وہ جو کر رہے ہیں، ٹھیک ہی کر رہے ہیں، تو کچھ زیادہ دوش انھیں کیوں کر دیا جا سکتا ہے؟ مولانا، کیا واقعی آپ بھی سمجھتے ہیں کہ جس سیاق وسباق میں یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا، اُس سیاق وسباق میں بھی اسے اصولی اتفاق کی سند مل جانی چاہئے تھی؟ سیاق وسباق سے میرا مطلب، حکومت کے خلاف غصہ میں بچوں کی ایک لائبریری پر قبضہ (جسے پتہ نہیں کون سی اسلامی شریعت جائز رکھتی ہے؟) اور اس قبضہ سے دستبرداری کے لئے مطالبہ کہ اسلامی نظامِ شریعت کا نافذ کیا جائے، جیسا کہ آپ

کی تحریر بتارہی ہے۔ ایک غیر اسلامی فعل سے باز آنے کے لئے رکھی گئی اسلامی نظام نافذ کئے جانے کی شرط کو بھی اگر ملک بھر کے دینی حلقے ''اصولی طور پر'' اتفاق کی حقدار مان سکتے ہیں تو پھر لال مسجد کے خطیب صاحب کا شکوہ عبث ہے۔ ''اسلامی نظام'' کے آوازہ کا ایسا ماحول لوگوں نے پاکستان میں بنادیا ہے کہ صحیح یا غلط جس انداز سے بھی یہ آواز کوئی اٹھادے نمائندگانِ دین کو صحیح اور بجا کہتے ہی بنتی ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

اس بے تکلفی اور گستاخی کی معافی۔ مارچ کے شمارے میں آپ کے یہاں کی تازہ مطبوعات میں ''ایک علمی وفکری مکالمہ'' کا اشتہار ہے۔ کیا میں اس سے مستفید ہوسکتا ہوں؟

والسلام

(مولانا) عتیق الرحمٰن سنبھلی

(۲)

لندن ۹۔ اپریل ۲۰۰۷ء

بخدمت محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہم۔ جامعہ حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک۔ پاکستان

مولانائے محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔ میں گزشتہ ہفتہ تک کئی ماہ سے انڈیا میں تھا۔ یہاں آتے ہی لال مسجد کی کہانی جنگ سے معلوم ہونا شروع ہوئی۔ جس کی تصدیق کی ضرورت تھی تو وہ، بصد رنج، مولانا زاہد الراشدی کے الشریعہ سے حاصل ہوگئی۔ کل اس پر ایک عریضہ مولانا راشدی کو ای میل کیا ہے۔ الشریعہ میں وفاق المدارس کی اعلیٰ قیادت کے اسلام آباد جانے کا بھی ذکر تھا اور اسمائے گرامی میں حقانیہ کے دو بزرگوں کا بھی نام نظر آرہا تھا۔ اس حوالہ سے خیال ہورہا تھا کہ وہ ای میل کیوں نہ آپ کی سمت بھی بڑھادیا جائے۔ ابھی فیصلہ نہ کرپایا تھا کہ آج کے جنگ میں مولانا سلیم اللہ خاں صاحب مدظلہ کا بیان پڑھا جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفد کے شرکا میں مفتی محمد تقی صاحب عثانی مولوی عبد العزیز صاحب کے شیخ بھی ہوتے تھے۔ پر وہ محترم اس رشتہ کا لحاظ و پاس دکھانے کو بھی تیار نہ ہوئے۔ یہ پڑھ کر ضروری معلوم ہوا کہ اپنا عریضہ بلا تأخیر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں۔ اس اضافہ کے ساتھ کہ امام لال مسجد کے اس رویہ کے بعد تو محض اتنا بیان بھی، جو مولانا سلیم اللہ خاں صاحب کے نام سے آیا ہے، کافی نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ اس کے بعد تو آپ حضرات کی پوری قیادت کی طرف سے ان صاحب کا بالکل واضح الفاظ میں ''برادری باہر'' (Ex-communicate) کیا جانا چاہئے۔ ورنہ ان کے خودسرانہ رویّہ کے ان اثرات سے بچاؤ ممکن نہیں ہوگا جن اثرات کا اشارہ مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے دیا ہے۔

والسلام

عتیق

(۳)

محترم ومکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض گزارش یہ کہ بندہ اپنے مقام پر بخیر عافیت ہے، اور امید ہے کہ حضرت والا بھی خیر وعافیت سے ہوں گے۔ میں تقریباً ڈیڑھ سال سے مجلّہ ''الشریعہ'' کا پابندی سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ واقعتاً آپ فارسی کی اس کہاوت کے مصداق ہیں جس میں کہا گیا ہے: ''پسر نمونہ پدر است''۔......

ویسے تو میرے پاس ہند و پاک کے علاوہ سعودیہ، کویت وغیرہ سے بھی بے شمار رسائل اردو، عربی انگریزی و گجراتی میں موصول ہوتے ہیں، مگر ان تمام میں سب سے زیادہ دلچسپ ومعلومات افزا بندہ کو ''الشریعہ'' لگا۔ ''الشریعہ'' کا ہر ماہ بڑی شدت سے انتظار ہوتا ہے، مگر مجھے بہت دیر سے ملتا ہے۔ کبھی بے تاب ہو جاتا ہوں تو وقت نکال پر انٹرنیٹ پر بیٹھ جاتا ہوں اور alsharia.org پر جا کر اہم مضامین کا مطالعہ کر لیتا ہوں۔.....

آج بتاریخ ۲۹ ربجمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ بروز چہارشنبہ بعد صلوٰۃ ظہر کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا تا کہ باوجود اپنی کم علمی مائیگی کے اعتراف کہ ''الشریعہ'' کے بارے میں اولاً کچھ گزارشات وآرا تحریر کروں اور ثانیاً برصغیر میں موجود امت مسلمہ علما وعوام کو درپیش فکری وفقہی وعلمی مسائل کے بارے میں چند تجاویز پیش کروں۔......

(الف) ''الشریعہ'' کے سلسلے میں چند تجاویز:

(۱) الشریعہ ایک علمی معیاری رسالہ ہے مگر ضروری نہیں کہ اس کے قارئین علما ومحققین ہی ہوں بلکہ طلبا اور عوام بھی ضرور اس کو پڑھتے ہوں گے، لہٰذا ہر مضمون نگار کا مختصر تعارف اور کس مکتبہ فکر سے اس کا تعلق ہے، مضمون کے شروع ہی میں دے دیا جائے تا کہ طلبا وعوام یا جدید تعلیم یافتہ کا وہ طبقہ جو ''دینی اور اسلامی علوم'' میں پختگی نہیں رکھتے، متاثر نہ ہونے پاوے، اس لیے کہ جس طرح لان یهدى الله بك رجلا خير لك من حمر النعم جہاں ذکر کیا گیا، وہاں یہ بھی کہا ''و لا تعاونوا على الاثم و العدوان'' ....

(۲) الشریعہ میں خطوط تو ماشاء اللہ آزادانہ شائع ہوتے رہے ہیں، چاہے مرسل نے تنقید کی ہو یا تحسین، مگر کچھ خطوط جواب طلب ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے جوابات بھی شامل اشاعت ہونے چاہییں۔

(۳) علما نے محققانہ انداز میں انگریزی ماہ کے اسما کو شرکیہ قرار دیا ہے لہٰذا یا تو انگریزی مہینوں کے نام سرے سے نہ ہوں اور اگر ہوں تب بھی ضمناً سرِ ورق پر اسلامی مہینوں ہی کے نام ہونے چاہیے۔ ہم ایک مجلّہ اپنے ادارے سے شائع کرتے ہیں، اس میں صرف اسلامی مہینوں کے نام پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ چند تجاویز جو ذہن میں گردش کر رہی تھی، اس کو ''الدین النصیحۃ'' کے پیش نظر صفحہ قرطاس پر بکھیر دی گئی امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے۔

(ب) برصغیر میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل:

(۱) مسلمان کے لیے اس کا دین سب سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا دور حاضر میں دشمنان اسلام نے اسلام کے مقابلہ میں ''الغزو السلاحی'' میں شکست کھانے کے بعد ''الغزو الفکری'' کا آغاز کیا جس میں وہ بڑی حد تک اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہا ہے۔ اس کے لیے اس نے اسلامی ممالک میں کہیں بعث پارٹی، کہیں ''القومیۃ العربیۃ'' وغیرہ کو قائم کیا۔ برصغیر میں بھی جب اس نے دیکھا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے فتوائے جہاد کی وجہ سے